نیک مقاصد کے لیے دولت حاصل کرنا

مدرّس : پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :

((مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَۃِ وَسَعْیًا عَلٰی اَھْلِہٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِہٖ لَقِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَوَجْھُہٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبُدْرِ، وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا لَقِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ)) (۱)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص دنیا کی دولت بطریق حلال اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے‘ تاکہ اس کو دوسروں سے سوال نہ کرنا پڑے اور اپنے اہل وعیال کے لیے روزی اور آرام و آسائش کا سامان مہیا کر سکے‘ اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ حسنِ سلوک کر سکے‘ تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی ذریعہ سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مال دار ہو جائے‘ اور اس دولت مندی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی دکھا سکے‘ اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے داد و دہش کر سکے‘ تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔‘‘

حضرت ابوہریرہ ؓ کا اصل نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا‘ مگر وہ ابوہریرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ’’ہریرہ‘‘ بلّی کے بچے کو کہتے ہیں۔ آپؓ نے ایک بلی کا بچہ پال رکھا تھا‘ جس کی وجہ سے ان کی کنیت ابوہریرہ مشہور ہوگئی۔ آپؓ تیس سال کی عمر میں ایمان لائے‘ اس وقت نبی اکرم ﷺ خیبر میں تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت صرف تین چار سال میسر آئی‘ مگر وہ اسلام لانے کے بعد سایہ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ابوہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی پانچ ہزار سے زیادہ روایات مروی ہیں جبکہ ان اصحاب نے بہت کم احادیث بیان کی ہیں جن کو طویل مدت تک رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے مبادا کہ بیان کرنے میں کوئی غلطی ہو جائے۔ مگر حضرت ابوہریرہ کو اس بات کا اندیشہ نہ تھا‘ کیونکہ حافظے کے معاملے میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی دعا کا شرف حاصل تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے سوءِ حفظ کی شکایت

(۱) رواہ البیہقی فی شعب الایمان وابونعیم فی الحلیۃ

کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوہریرہ! چادر پھیلاؤ''۔ جب انہوں نے چادر پھیلا دی تو آپ ﷺ نے اس چادر میں دونوں ہاتھ ڈال دیے۔ پھر فرمایا: ''اسے اپنے سینے سے لگا لو''۔ انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا' پھر ایسا ہوا کہ وہ کبھی نہیں بھولے۔ چنانچہ جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے وہ اعتماد کے ساتھ بیان کر دیتے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی دولت حلال طریقے سے کمانے کو نہ صرف اچھا فرمایا بلکہ اس کی عجیب فضیلت بیان کی کہ ایسے شخص کا چہرہ قیامت کے دن چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا شخص وہ ہوگا جو دولت اس مقصد کے لیے کمائے کہ اسے دنیا کی زندگی میں مالی کمزوری کی بنا پر دوسروں سے سوال نہ کرنا پڑے بلکہ وہ اپنی ضروریات خود اپنے پاس سے پوری کر سکے۔ جب انسان کو مکان تعمیر کرنے یا بیماری وغیرہ پر خرچ کرنے کے لیے زیادہ رقم کی ضرورت پڑتی ہے اور دوست احباب یا رشتہ داروں سے مالی مدد کا سوال کرنا پڑتا ہے تو اس صورت میں اسے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں' اس سے بچنے کی خاطر زیادہ کمانا اور سنبھال کر رکھنا جائز ہے' جبکہ اس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور اس کے علاوہ بھی ضرورت مندوں کی مدد کی جائے۔

پھر آپ ﷺ نے اس بات کو بھی اچھا گردانا کہ کوئی شخص اپنے اہل وعیال کی ضروریات بخوبی پوری کرنا چاہتا ہو' گھر میں کھانے پینے اور پہننے کی ضروریات پوری کرنے میں وہ خود کفیل ہونا چاہتا ہو' چھوٹے بچوں کو کھلونے لا کر دے' تعلیم کے لیے اپنے بچوں کی فیس اور دیگر متعلقہ اخراجات بھی از خود پورے کر سکے' اچھا مکان اور اچھی سواری مہیا کر سکے۔ گھر کے افراد کی جائز ضروریات پوری کرنا صاحبِ خانہ کی ذمہ داری ہے اور اس پر خرچ کرنا نہ صرف جائز بلکہ فضیلت کا باعث ہے جبکہ نیت یہ ہو کہ اہل وعیال آسودہ زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کا سرپرست بنایا ہے۔

اسی طرح آدمی دنیا کا مال اس نیت سے وافر کمانا چاہتا ہو تاکہ وہ اس قابل ہو کہ وہ اپنے ہمسایوں کے کام آ سکے۔ ان سے سوال کرنے کی بجائے وہ اپنی دولت سے ان کی مدد کر سکے۔ یہاں ذکر تو ہمسائے کا ہے مگر اس سے مراد رشتہ دار' دوست احباب اور واقف کار تعلق دار ہیں۔ ظاہر ہے کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ کسی کے کام آنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جو کسی کے کام آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ جس کے پاس فالتو رقم ہوگی وہی کسی کی مالی امداد کر سکتا ہے۔

جو شخص سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے' اپنے اہل وعیال کی ضروریات پورا کرنے اور انہیں خوشحال رکھنے کے لیے' ہمسائے یا نادار حاجت مند رشتہ دار یا دوست کی مدد کر سکنے کی نیت سے وافر روزی جائز اور حلال طریقے سے کماتا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ دوسروں کا سہارا تکنا نہیں چاہتا بلکہ اس پوزیشن میں رہنا چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کے کام آ سکے۔ اس کے برعکس جو شخص حلال اور جائز طریقے سے وافر دولت کماتا ہے مگر اس کی نیت مال اکٹھا کرنا ہوتی ہے۔ وہ اپنا بینک بیلنس دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے' وہ دولت مند بننا چاہتا ہے تاکہ دوسروں کے مقابلے میں

اس کے پاس زیادہ مال ہو' وہ اپنی دولت کو نام و نمود میں خرچ کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہوگا۔

مالِ حرام تو نری نحوست ہے۔ حرام کمائی سے کھایا ہوا کھانا اور پہنا ہوا کپڑا انسان کے لیے وبال کا باعث ہے۔ ایسے شخص کی عبادت بھی قبول نہیں۔ مگر حدیث میں جہاں جائز طریقے سے مال کمانے کی تاکید ہے وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مال و دولت اگرچہ جائز طریقے سے کمایا ہو مگر اس کے پیچھے مالدار بننے' دوسروں پر مالی فضیلت جتانے یا اس دولت کو نمود و نمائش میں خرچ کرنے کی نیت ہو تو یہ بات قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے گی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نام عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حلال و جائز طریقے سے دولت کمانے اور جائز اور حلال کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے' جس طرح اس حدیث سے ظاہر ہے اور دولت کو سمیٹ کر رکھنے یا نام و نمود اور نمائشی کاموں میں خرچ کرنے سے بچائے تاکہ اس دنیا سے خالی ہاتھ جانے کے باوجود قیامت کے دن اس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو۔

❁❁❁

بقیہ: ترجمۂ قرآن مجید

مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ : غافلوں میں سے

اِنَّ : بے شک

الَّذِیْنَ : وہ لوگ جو

عِنْدَ رَبِّكَ : آپؐ کے رب کے نزدیک ہیں

لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ : وہ بڑائی نہیں چاہتے

عَنْ عِبَادَتِهٖ : اُس کی عبادت سے

وَیُسَبِّحُوْنَهٗ : اور وہ تسبیح کرتے ہیں اُس کی

وَلَهٗ : اور اُس کے لیے ہی

یَسْجُدُوْنَ : وہ سجدہ کرتے ہیں

نوٹ: جب آیت ۱۹۹ اُتری تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس سے کیا مقصد ہوا؟ تو جبریلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپؐ کی ذات پر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دیا کریں' جو آپؐ کو نہ دے اس کو عطا کریں اور جو آپؐ سے تعلق توڑے آپ ﷺ اس سے تعلق جوڑیں۔ (ابن کثیرؒ)

لفظ عفو کے کئی معانی ہیں اور اس موقع پر ہر معنی کی گنجائش ہے۔ اسی لیے علماءِ تفسیر نے مختلف معانی لیے ہیں۔ جمہور مفسّرین کی رائے میں اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ اس چیز کو قبول کر لیا کریں جو لوگ آسانی سے کر سکیں' یعنی واجباتِ شرعیہ میں آپؐ لوگوں سے اعلیٰ معیار کا مطالبہ نہ کریں بلکہ وہ جس پیمانہ پر آسانی سے عمل پیرا ہو سکیں اتنے ہی درجہ کو قبول کر لیا کریں۔ (معارف القرآن)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوقِ واجبی میں قصور کرے تو بھی اعراض کر جاؤ' یا اللہ سے کفر کرے تو بھی درگزر کرو' یا مسلمانوں سے لڑے تو بھی خاموش رہو۔ ایسی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ (ابن کثیرؒ)

❁❁❁